

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (سے)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
بیئو منزل وارث روڈ لاہور

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم۔ اے (امپیریس روڈ لاہور) مینیجر

نور افشاں

جملہ خط و کتابت ذیل سیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہئے۔
اور مضامین و اشتہارات
بغرض اندراج بنام ایڈیٹرز
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۲ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء | نمبر ۲۱

غزل

ازقلم مولوی نصیر الدین صاحب نصیر

درد عصیاں کا مداوا نہ ہوا تھا سو ہوا
دل بیمار جو اچھا نہ ہوا تھا سو ہوا

قلب کو دولت ایماں نہ ملی تھی سو ملی
دیدہ مشتاق تجلی نہ ہوا تھا سو ہوا

فرط عصیاں کے سبب اہل جہاں کے دل سے
محو اندیشۂ فردا نہ ہوا تھا سو ہوا

یوں تو ہے نور خدا روز ازل سے موجود
جسم انساں میں وہ پیدا نہ ہوا تھا سو ہوا

عشق محبوب میں مطعون خلائق ہوں میں
شوق یوں حوصلہ فرسا نہ ہوا تھا سو ہوا

بسکہ رسوا کیا سودائے محبت نے مجھے
راز پنہاں مرا افشا نہ ہوا تھا سو ہوا

موجزن بحر مضامیں ہے مرے سر میں نصیر
بند اک کوزہ میں دریا نہ ہوا تھا سو ہوا

غزل

ازقلم رسا بریلوی

مشکل جو کوئی عشق کی منزل میں رہ گئی
وہ انتخاب ہو کے مرے دل میں رہ گئی

جنبش جو بڑھ کے ابروئے قاتل میں رہ گئی
حسرت تڑپ تڑپ کے مرے دل میں رہ گئی

چلتے ہی تیغ ناز مجھے نیند آگئی
تحسین لب پہ اور دعا دل میں رہ گئی

ہوش و خرد نے بھی نہ دیا ساتھ ہجر میں
اک بیکسی غریب مرے دل میں رہ گئی

محشر میں سرخروئی تو حاصل ہوئی مجھے
سرخی لہو کی خنجر قاتل میں رہ گئی

نیرنگی جمال جو قاتل کی دیکھ لی
پتلی تڑپ کے دیدۂ بسمل میں رہ گئی

قاتل کا تیر گو مرے دل سے نکل گیا
لیکن خلش تو اسکی مرے دل میں رہ گئی

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پس مرگ دیکھیے
حسرت ضرور کچھ دل بسمل میں رہ گئی

اللہ رے ضعف پہنچی نہ کوئی جیب تک
خاک اپنی اڑ کے عشق کی منزل میں رہ گئی

دیکھا نگاہ یاس سے بسمل نے کیا کسے
حیرت کہاں کی دیدۂ قاتل میں رہ گئی

چہرہ کا حسن گیسوئے جاناں سے بڑھ گیا
اتنی فقط کمی مہ کامل میں رہ گئی۔

دریا یہ انکی دیکھ کے نازک کلائیاں
مچھلی تڑپ کے دامن ساحل میں رہ گئی

قاتل نے مجھ کو دیکھ کے آنکھ اپنی پھیر لی
برچھی نگاہ تھی کہ مرے دل میں رہ گئی

اہل سخن میں قدر غزل کی ہے اے رسا
روشن ہوئی وہ شمع کہ محفل میں رہ گئی

اپنی مدد آپ

(از افادہ چوہدری غلام حیدر صاحب)

روزانہ تجربات اس بات کے گواہ ہیں کہ شخصی کریکٹر میں وہ قوت اور جادو ہے کہ دوسروں کی زندگی اور کریکٹر اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور تحقیق یہی عمدہ عمل تعلیم ہے۔ اگر ہم اس عمل تعلیم کا علمی تعلیم سے موازنہ اور تطبیق کریں تو اسکول اور کالجوں کی تعلیم اسی عمل تعلیم کی بسم اللہ معلوم ہوتی ہے۔ تمدن اور معاشرت کا

علم سکول اور کالجوں کے علوم سے کہیں زیادہ مفید اور مؤثر ہے۔ کیونکہ سکولوں اور کالجوں کے علوم الماریوں اور صندوقوں میں مقفل رہتے ہیں مگر تمدن و معاشرت کا علم ہر وقت حیاتِ انسان کے ہر شعبہ میں اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے۔ سوتے جاگتے۔ گھر ہو یا باہر۔ دفتر ہو یا بازار شہر ہو یا دیہات الغرض ہر گھڑی اور ہر لحظہ ہمارے سامنے ہے اور پھر لطف یہ ہو کہ ہم جن سکھائے سیکھتے ہیں یہی وہ احسن اور کامل تعلیم ہے جو اقوام کو ضبطِ نفس اور اعلیٰ کریکٹر کا درس دیتی ہے اور فانی انسان کو اپنی حیات مستعار کے فرائض کی ادائیگی میں اور عاقبت کی بہتری اور بہبودی میں امداد کرتی ہے۔ فی الحقیقت یہ وہ بے نظیر تعلیم ہے جو کتب کی ورق گردانی سے حاصل ہو نہیں سکتی لارڈ بیکن کا قول ہے کہ:۔

علم سے عمل نہیں آتا۔ علم کو عمل میں لانا تحصیل علم کے بعد اور اس سے برتر ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ حیاتِ انسانی کی اصلاح کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم کرتا ہے"۔

بیشک انسان مطالعہ سے کہیں بڑھکر محنت اور کار و بار کی وساطت سے کامل ہو سکتا ہے۔ علم ادب سے کہیں زیادہ نیک اور پارسا اشخاص کی زندگی دیکھکر ترقی کر سکتا ہے اور علم سے کہیں بڑھکر عمل کے ذریعہ بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ کتب سیر جن میں بڑے بڑے مشاہیر عالم کی سوانح حیات مندرج ہوں۔ وہ بہت ہی مفید ثابت ہو چکی ہیں۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ سیر کی عمدہ کتابیں کتاب الٰہی سے کچھ کم مفید نہیں۔ عہد جدید جناب مسیح کی مقدس سوانح حیات ہی تو ہیں تو دیکھا ہے اور یہی حال دیگر کتب الٰہی کا ہے۔ کتب سیر کی ایسی ہی کتابیں ہماری زندگی کی کایا پلٹ سکتی ہیں۔ انسانی دماغ میں اعلیٰ خیالات کو جگہ دینا انہیں کتب کا کام ہے ایسی کتابوں کی عمدہ مثالوں سے لوگوں نے اپنی مدد آپ کی اور صابر۔ محنتی۔ ایماندار اور نیک ہو گئے اور کھو وہ لوگ جو زندہ جاوید ہو گئے جن کے نام دنیا ادب سے لیتی ہے۔ انہوں نے نہایت غریب بچوں کی حیثیت سے ترقی کی اور اپنی محنت اور کوشش سے دنیا میں غیر فانی ہو گئے۔ شکسپیر کا باپ قصاب تھا جرمی ٹیلر جو شاہ چارلس کا خاص مصاحب مقرر ہوا ایک دورزی کا لڑکا تھا۔ لارڈ جارج سابق وزیر اعظم انگلستان جس نے اپنی وزارت کے زمانے میں تمام دنیا کو اپنی انگلی پر نچایا ایک کفش دوز کا بیٹا ہے۔ لینن مرحوم جس نے زار کی زاریت کا جنازہ نکال دیا ایک کسان کا بیٹا تھا۔ اور وطن کا فرزند اعظم مہاتما گاندھی ایک بنئے کا لڑکا ہے۔ الغرض جن لوگوں نے اپنی مدد آپ کرنے کا گر حاصل کر لیا وہ دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے سستی اور کاہلی سے کوئی انسان بام عروج پر نہیں پہنچ سکتا ۔

آدمی خواہ کتنا ہی عالی مرتبہ اور دولتمند کا لڑکا کیوں نہ ہو جب وہ اپنی مدد آپ نہیں کریگا ہرگز ترقی نہیں پا سکتا۔ دولت۔ ثروت۔ املاک زمین وغیرہ وراثت میں مل سکتی ہے۔ مگر علم و عقل ترکہ میں نہیں مل سکتا۔ کوئی شخص گنج قارون خرچ کرکے بھی علم و عقل غور و فکر نہیں خرید سکتا۔ انسان خواہ کتنا ہی مفلس و قلاش گدا بے نوا یا امیر کبیر کیوں نہ ہو تحصیل علم کے میدان میں دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا ہونا پڑیگا اور ایک ہی راہ اختیار کرنی ہوگی۔ انسانی تربیت کے لئے امارت کی زندگی چنداں ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو سینکڑوں اور ہزاروں غربا علوم و فنون کے بانی اور موجد ہرگز نہ ہو سکتے۔ بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ دولت اکثر مضر اور ترقی کی سد راہ ہوتی ہے جناب صاحب ثروت انسان کو اپنی قوت اور استقلال پر بالکل اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہی مصیبت و آلائیم برداشت کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ اگر انسان محنتی۔ صابر۔ جفاکش ہو اور ہمت و استقلال کو ہاتھ سے نہ دے تو غربت آفت سماوی ہونے کے بدلے رحمت یزدانی کا کام کریگی۔ دولت و ثروت بہت جلد عیش و عشرت کا سامان مہیا کر دیتی ہے۔ انسان کو انسانیت سے گرا کر خوار و رسوا کر دیتی ہے۔ مگر قابل ستائش ہیں وہ لوگ جو باوجود دولت مند ہونے کے ناجائز عیش و عشرت کو لات مار کر بنی نوع انسان کی بہبودی میں مصروف ہو جاتے ہیں محنت کو اپنا نصب العین ٹھہراتے ہیں۔ جانتے ہو انگلستان کی ترقی کا راز کیا ہے۔ صرف یہی ہے کہ وہاں کے امراء کام کرنے سے عار نہیں کرتے کاہلی سے متنفر رہتے ہیں ہمیشہ ایسے کاموں میں لگے رہتے ہیں جس میں تمام قوم کی بہتری ہو۔ کیوں نہ ہو "سستی اور کاہلی تو انسان کی اخلاقی موت ہے"

انگلستان میں کثرت سے ایسے اشخاص ہو گذرے ہیں جو بڑے بڑے امیر و کبیر تھے مگر بلا کے محنتی اور جفاکش تھے۔ لارڈ رسل۔ سر ڈزریلی۔ گلیڈسٹون۔ سر رابرٹ پیل۔ سر ایے لٹن (لارڈ لٹن کے باپ) لارڈ ٹاک ول وغیرہ ملک اور قوم کی خدمت میں دامے درمے قدمے مصروف رہے اپنے زورِ قلم سے انگریزی زبان میں وہ لٹریچر پیدا کیا کہ کوئی لائبریری بھی ان کی تصنیف سے خالی نہیں ان سب نے اپنی مدد آپ کی کسی غیر کی مدد کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور دنیا میں غیر فانی ہو گئے ۔

دوستو! کیا آپ بھی اپنی مدد آپ کرینگے "تاکہ خدا آپ کی مدد کرے"!

رنگون میں جہازی قلیوں کی ہڑتال جاری ہے ۱۳ کی صبح کو صرف ایک کشتی روانہ ہوئی۔



نورافشان

مطبوعہ ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء

مسیحی خدمت نہ کرنیکی معذوریاں

تب میں نے کہا ہائے خداوند یہوواہ دیکھ میں بول نہیں سکتا۔ کیونکہ میں لڑکا ہوں یرمیاہ ۱: ۶۔

تب موسےٰ نے خداوند سے کہا کہ اے میرے خداوند میں فصاحت نہیں رکھتا۔ ۔ ۔ ۔ اور میری زبان اور باتوں میں لکنت ہے۔ خروج ۴: ۱۰

تب موسےٰ نے جواب میں کہا کہ دیکھ وہ مجھ پر ایمان نہ لائینگے۔ نہ میری بات سنینگے۔ خروج ۴: ۱-

تب اُس نے کہا کہ اے میرے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں جس کو چاہے تو اُس کے وسیلے سے بھیج۔ خروج ۴: ۱۳-

انجیل کی بشارت کا کام خدا کا کام ہے۔ یہ خدا کے لوگوں کی تلاش و رہائی کا کام ہے۔ اس کام کی ترقی پر خدا کی بادشاہت کی ترقی اور اس کے تنزل پر خدا کی بادشاہت کا تنزل ہے۔ اس خدمت کے لئے خدا ہر زمانہ اپنے بندوں سے کلام کرتا آیا۔ اُنہوں نے فی زمانہ اپنی معذوریاں ظاہر کیں۔ ہمارے زمانہ میں انجیل کی بشارت کے کام کی جیسی ضرورت ملک ہند میں خدا کو محسوس ہو رہی ہے ویسی ضرورت کسی ایک ملک میں خدا کو کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ یہاں پر ۳۲ کروڑ بنی آدم گناہ اور بے دینی میں اسیر ہیں۔ مگر عجب ہے کہ خدا کسی ہندوستانی مسیحی یا غیر مسیحی سے کلام نہیں کرتا۔ کسی کو اُن کے پاس نہیں بھیجتا۔ یہ بالکل غلط اور بے بنیاد خیال ہے کہ ہندوستان میں خدا کسی بندے سے کلام نہیں کرتا ہے۔ وہ ضرور کلام کرتا ہے۔ مگر مسیحی معذور ہو کر حکم برداری سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔ ان کے عذرات عجیب و غریب ہیں۔ جو حضرت یرمیاہ اور موسےٰ کے عذروں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ کیونکہ خدا نے ان کو تو سیدھا کر لیا تھا۔ مگر ہمارے زمانہ کے معذور اب تک اپنے عذرات کو انجیل کی بشارت نہ دینے کی حجت بنائے جا رہے ہیں۔ ایسے معذوروں کے لئے خدا کا حسب ذیل پیغام آیا ہے۔

مضبوط رہ خداوند فرماتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور کام کرو کیونکہ میں تمہارے ساتھ ہوں حجی ۲: ۴

خوف نہ کر بلکہ کہے جا اور چپ نہ رہ اس لئے کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اعمال ۱۸: ۹۔

کیونکہ بولنے والے تم نہیں بلکہ تمہارے باپ کا روح ہے جو تم میں بولتا ہے۔

وہ مسیحی جوان جو آج تک الٰہی خدمت کے خادم بننے سے معذور چلے آئے ہیں۔ وہ مسیحی جو الٰہی خدمت کرنے کی قابلیت رکھتے ہوئے طرح طرح کے عذر تراشتے آئے ہیں اُن سب کے عذرات کا یہاں پر جواب موجود ہے کیا ہم خدا کی اس بلاہٹ کو محسوس نہ کرینگے۔ کیا ہم اپنی معذوریوں سے اب بھی دست بردار نہ ہونگے؟ کتنے بنی آدم اپنی تکالیف میں کراہتے ہوئے انجیل کے مبشروں کا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا ان سے ہمدرد ہے وہ تم کو اپنے خادم بنا کر اُن کے پاس بھیجنا چاہتا ہے کیا تم اس الٰہی بلاہٹ کو قبول کرو گے؟ تمہارے عذرات کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اس پر غور فرمایئے۔

انسانی زندگی میں مسیحیت کی جگہ

ہر ایک مذہب یا تو انسان کے حافظہ میں جگہ رکھتا ہے یا اعتقاد میں جگہ رکھتا ہے یا خاندان میں جگہ رکھتا ہے یا اس قوم یا گروہ میں جگہ رکھتا ہے جس سے کسی انسان کا تعلق ہوتا ہے۔ مگر مذہب کو زندگی کے کاروبار سے اور زندگی کے طرز عمل سے اور زندگی کے رشتوں سے خارج کر دیا ہے۔ اہل تجارت حدود تجارت میں مسیحیت کو رکھنا پسند نہیں کرتے۔ اہل صنعت و حرفت مسیحیت کو ساتھ رکھ کر کام نہیں کر سکتے۔ نوکر اور ملازم مسیحیت کو ملازمت کے حدود میں رکھنا نہیں چاہتے۔ اُستاد مسیحیت کو ساتھ رکھ کر اُستادی کا کام نہیں کر سکتے۔ اہل حکومت مسیحیت کو ساتھ رکھ کر حکومت نہیں کر سکتے۔ سپاہی مسیحیت کو ساتھ رکھ کر سپاہی نہیں بن سکتے۔ والدین مسیحیت کو ساتھ رکھ کر والدین نہیں بن سکتے۔ مسیحی بنکر دوسروں کے ساتھ مسیحی برتاؤ نہیں کر سکتے۔ غرضیکہ ہر ایک انسان اگر اپنی زندگی کے ہر ایک رشتہ سے مسیحیت کو باہر رکھ کر مسیحی کہلائے تو یہ ایسی مسیحیت ہوگی جو اُس کے بیوقوف بعماروں نے خلق کی ہوگی۔ انجیل ایسی مسیحیت کا کوئی دوسرا نام رکھتی ہے مسیحیت صرف انسانی ذہن و عقائد میں سکونت کرنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ انسانی زندگی میں اُس کے طرز عمل میں۔ اس کے جملہ رشتوں اور ناطوں میں ظہور پذیر ہونے کے لئے ہے۔ وہ انسان کی تمام شخصیت پر حکومت کرنے کے لئے ہے وہ مسیحی کی زندگی میں خمیر و نشتر ہونے کے لئے ہے۔ اگر کوئی مسیحی کہلا کر مسیحیت کو اپنی زندگی پر حکمران ہونے نہیں دیتا وہ ہرگز مسیحیت کا دوست نہیں بلکہ پوشیدہ دشمن ہے وہ خدا کی بادشاہت کے دروازے پر ٹھوکر کا پتھر بنا ہوا ہے۔ پس ہم صفائی سے کہتے ہیں کہ ذہنی اور اعتقادی مسیحیت تب ہی فائدہ مند ہو سکتی ہے کہ اُس کا انسانی زندگی پر قبضہ اور اثر ہو۔ ہمیں خیالی اور اعتقادی مسیحیت کو ہند کی ۳۲ کروڑ آبادی کے روبرو عملی جامہ پہنانا ہے۔

ایک فقیر ایک دفعہ اپنے چیلے کے پاس اپنی گھوڑی بطور امانت چھوڑ گیا کہ وقت مقررہ پر آکر

لیے۔ گھوڑی نہایت عمدہ اور قیمتی تھی اور چیلا تنگدست تھا۔ گرو کے واپس آنے سے پیشتر ہی گھوڑی بیچ کر پیسے کھڑے کر لئے۔ مقررہ وقت پر گورو جی گھوڑی لینے کو واپس آئے تو چیلا جی نے رو کر جواب دیا کہ گرو جی جس روز سے آپ گھوڑی چھوڑ کر گئے گھوڑی نے پانی پیا نہ کچھ کھایا۔ نہ پیا۔ گھوڑی مر گئی۔ گرو کو تعجب ہوا کہ چل دکھا کہ گھوڑی کو کہاں پھینکا ہے۔ چیلا گرو کے آگے ہو چلا جہاں گاؤں کے مردہ بیلوں کے ڈھانچے پڑے تھے وہاں جا ٹھہرا اور ایک تازہ ڈھانچہ دیکھکر گرو سے کہنے لگا کہ گرو جی یہ آپ کی گھوڑی کا ڈھانچہ ہے۔ گرو نے ڈھانچہ کو دیکھ کر کہا کہ ارے اس کے سر پر تو سینگ ہیں۔ چیلا جی فوراً بول اٹھا کہ گرو جی یہی تو بیماری تھی۔ گرو جی چیلا جی کی شیطنت کو سمجھ کر اسے چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ کچھ ایسا ہی حال بہت سے مسیحیوں کا ہے انہوں نے اپنے گرو کی امانت بیچ کھائی ہے۔ مطالبہ کے وقت مردہ بیلوں کے ڈھانچے دکھاتے پھرتے ہیں۔ ہم یاد رکھیں کہ جنکو بہت دیا گیا ہے ان سے بہت حساب لیا جائیگا۔

فلسفۃ الاذہان

نمبر چہارم

فلسفہ کا فایدہ مطلق

(الف) فائدہ ذہنی

(از قلم ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ)

چنانچہ سنیکا کا قول ہے کہ "جب کوئی امر واقعی تحقیق ہو جاتا ہے تو حقیر ہو جاتا ہے یعنی اس کی ایسی قدر نہیں رہتی جیسے کہ پہلے تھی۔ جب تحقیق ہو گیا تو اس کی عزت اس لئے نہیں کی جاتی کہ اس کی ذات ہی میں کچھ فضیلت ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے ذریعے سے نئے تفکرات۔ نئی ورزشِ ذہنی۔ نئی امیدوں نئی تحقیقاتوں اور نئی مسرتوں کے راستے کھل جاتے ہیں"۔ ہر شائق علم اسا ذہ ہزاروں تحقیق شدہ واقعات سے غافل بنا رہتا ہے۔ خواہ انہیں اپنے تصرف میں لانے کے لئے اس کو اس قدر تکلیف بھی برداشت کرنی نہ پڑے۔ جس قدر ایک امر واقعہ کے دریافت کرنے کی کوشش میں برداشت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ حقیقی مدعا جس کی تلاش میں وہ بالخصوص رہتا ہے علم نہیں ہے وہ اپنے قوایِ ادراکات کو ورزش میں لانے کی کوشش کرتا ہے اور چونکہ ایک واقعہ نامعلومہ کی تلاش میں ہزاروں واقعاتِ معلومہ کے تصرف کی نسبت زیادہ خوش کرنے والی تیزی عمل میں لانی پڑتی ہے۔ اس لئے وہ واقعاتِ کثیرہ کے تیقن کو چھوڑ کر ایک واقعہ کے اتفاقاً دریافت کرنے کو پسند کرتا ہے۔ پس انہیں علوم کو ہمیشہ بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ جو درجہ یقین کو نہ پہنچے ہوں۔ بلکہ ہمیشہ حالت ترقی میں۔ مطلق یقین اور مطلق تکمیل کسی علم کی اسے حقیر کر دیتی ہے اور نہایت ہی بڑی مصیبت جو انسان پر اس کی موجودہ حالت میں وارد ہو سکتی ہے یہ ہے اور اسے علم نظری کا پورا تصرف ہو جائے۔ جیسے اب وہ اپنی روحانی مسرت کا مکمل سمجھے ہوئے ہے۔ لیکن جو بات علم پر صادق آسکتی ہے وہ فی الحقیقت تمام بشری فعل و عمل پر صادق آسکتی ہے۔ پیسکل کا قول ہے کہ "ہم زندگی میں ہمیشہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم آرام کی جستجو کر رہے ہیں۔ لیکن ہم حقیقت میں عمل اور چستی کی تلاش میں رہتے ہیں"۔ جب پرہس نے یہ تجویز کی کہیں دنیا کے ایک حصہ کو فتح کر کے پھر اپنے دوستوں کے درمیان آرام کروں تو اس کا یہ یقین غلط تھا کہ میرا مقصود تصرف مدعا ہے نہ کہ تعاقب مدعا۔ ہمیں باہمی جنگ و جدل خوش کرتا ہے نہ کہ فتح۔ یہی حال ہر قسم کے کھیل میں شکاریں۔ تلاشِ صداقت میں اور مختلف کاروبارِ زندگی میں ظاہر ہے زمانہ گذشتہ کی بابت ہم کچھ شوق نہیں رکھتے۔ زمانہ حال ہمیں مطمئن نہیں کرتا۔ زمانہ مستقبل ہی فقط ہماری توجہ کو کھینچتا ہے۔ آدمی کبھی خوش نہیں ہوتا لیکن اس کو ہمیشہ یہ امید ہوتی ہے کہ میں خوش ہو جاؤنگا۔

ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ اس سوال پر کبھی باقاعدہ بحث نہیں کی گئی۔ غالباً باعث یہ ہے کہ اس کے سب پہلوؤں پر نظر ڈال کر غور نہیں کیا گیا۔ لیکن جس فلسفی نے شوق اور توجہ سے اس سوال کو حل کرنا چاہا ہے اس نے عام رائے کے برخلاف ہی فیصلہ کیا ہے۔ اس رائے کی تکذیب کے نقطہ فلسفہ ہی میں پائی جاتی ہے اور جس شخص نے اول ہی اول یہ کہا کہ میں سوفاس یعنی مالکِ عقل نہیں بلکہ فلاسوفاس یعنی متجسس حکمت ہوں۔ اس نے خود بشری تفکر کے حقیقی معیار کو ظاہر کر کے ایک موزوں نام اس کے لئے رکھ دیا۔ ایسے ہی عقیدہ افلاطون کہتا ہے کہ "انسان صیاد صداقت ہے۔ کیونکہ علم فقط ایک قسم کا تعاقب ہے اور تعاقب میں تیزی رفتار ہی بہ نسبت نتیجہ اور نشکار کے زیادہ قدر رکھتی ہے۔ (باقی ہے)

یادِ رفتگان

بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ خبر دیجاتی ہے کہ بابو اسمٰعیل خان واعظ انجیل کوٹ ناسک ضلع گوجرانوالہ کی دختر نیک اختر مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۴ء کو عزیزو اقربا کو داغ مفارقت دیکر ہمیشہ کے لئے آسمان پر جا بسی شادی کے بارہ سال بعد یہ لڑکی والدین کو خدا کی طرف سے بخشی گئی۔ یعنی یہی پلوٹھی اور اکلوتی بیٹی تھی اس لئے والدین کو یہ ناقابل برداشت صدمہ پہنچا ہماری دعا ہے کہ خدا ان کو صبر اور ایمان کی نعمت عطا فرمائے۔ لڑکی کا نام انور صدیقہ تھا۔ از پادری ٹوماس شیخوپورہ





لاہور میں مسیحیت کی عظیم الشان فتح

پادری پال اور خواجہ کمال الدین صاحبان کے درمیان مکالمہ

لاہور میں مسیحی لیکچروں کے بعد، اپریل کو پادری ایس۔ ایم پال صاحب بہمراہی چند مسیحی صاحبان جن میں خاکسار بھی شامل تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر اس غرض سے پہنچے کہ خواجہ صاحب کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو کریں کہ کیا جو خطا سہواً واقع ہو جاتی ہے اس کی سزا ہوتی ہے یا نہیں؟ مسیحی اور محمدی حضرات کی حاضری قریباً ۳۰ ہوگی۔ قریباً ½ ۲ گھنٹے تک یہ مکالمہ جاری رہا پادری صاحب سائل تھے اور خواجہ صاحب مجیب۔ پادری صاحب زیادہ سے زیادہ ۲ منٹ بولتے تھے۔ مگر خواجہ صاحب نے ۵ منٹ سے کم میں کوئی بھی جواب نہ دیا

خاکسار نے طرفین کی گفتگو

کے بر موقعہ نوٹ قلمبند کر لئے تھے اور جو فتح اس میں پادری صاحب کو ہوئی وہ ایسی فتح عظیم ہے جسے محض آلہی فتح کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ احمدی، صاحبان آجکل یہ کہنے لگے تھے کہ مسیحیوں میں کوئی علم و قلم نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے ضروری جانا کہ اس مغالطہ و مبالغہ کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے اس گفتگو کو درج اخبار کرا دوں۔ غالباً ایڈیٹر پیغام صلح بھی نوٹ لے رہے تھے۔ مگر آجتک انہوں نے اپنے اخبار میں اس واقعہ پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ مگر ؎

حق چھپانے سے نہیں چھپتا کہ وہ باطل نہیں
بس یہی اک فرق ہے جو حق میں اور باطل میں ہے

بس اب ناظرین کرام مندرجہ ذیل گفتگو سے اندازہ کریں کہ کیا کسی اہلِ اسلام نے کبھی مسیحی مسلمات کا ایسا کھلا اقرار کیا جیسا کہ خواجہ صاحب کر چکے اب وہ ہزار کوشش کر کے اپنے جوابات کی تاویل کرتے رہیں۔ مگر جو باتیں مکالمہ کے دوران میں آپ نے کہیں اُن کی موجودگی میں اہل اسلام کو مسیحی صداقت کا قائل ہوئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ و ھوھذا

پادری صاحب سائل۔ خواجہ صاحب۔ کل آپ نے فرمایا تھا کہ جو خطا سہواً واقع ہو۔ اس کی کوئی سزا نہیں۔ آدم نے ایک خطا کی وہ خطا سہواً واقع ہوئی یا قصداً اور اُس کی سزا مرتب ہوئی یا نہ۔ لیکن جب اُس نے ایک فعل خلاف امر ربی کیا تو گناہ ہو چکا۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ آدم سے گناہ ہُوا؟

خواجہ صاحب مجیب۔ جو فعل سہواً واقع ہو وہ غفران تلے آجاتا ہے۔ جب کوئی نقص اپنے نتائج پیدا کرتا ہے تو اُس کے نقص ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔ آدم جس جنت میں تھا۔ میں اُسے کوئی مکان یا جگہ نہیں مانتا۔ وہ صرف ایک حالت تھی۔ قوٰی کا اعلیٰ درجہ کا کمال ہی جنت تھا قرآن میں جہاں سزا کا ذکر ہے۔ وہاں لفظ "اخذ" آیا ہے۔ آدم نے بھول سے ایک کام کیا اور خدا نے فوراً اُس کی نسبت اُسے اطلاع کر دی اور نقص ظاہر ہو گیا اور آدم سنبھل گیا۔

سائل۔ شرع کے خلاف جو فعل ہو وہ گناہ ہے۔ اب وہ سہواً وقوع میں آیا یا قصداً۔ اب انسان اُس کے نتائج کو اندرونی قوٰی سے روکے یا بسبب خارجی سے روکا جائے۔ بہرصورت فعل خلاف قانون واقع ہو چکا۔ آدم نے ایک فعل خلافِ قانون کیا۔ اگر بالفرض خدا کے یاد دلانے سے آدم نے نتائج کو روک بھی لیا تو بھی وہ گناہ کر چکا۔

مجیب۔ جب ایک فعل خلاف قانون واقع ہُوا ہے تو یا وہ نسیہ کا اور یا ارادہ کا نتیجہ ہے۔ اگر نسیہ کا نتیجہ ہو تو غفران کے تلے آجائیگا اور نتیجہ کو روک دینا ہی غفران ہے۔ اگر فعل خلافِ قانون بالارادہ ہُوا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ سزا ہے۔ جنت اور دوزخ نہیں ہیں۔ قوٰی کے دُرست چلنے کا نتیجہ جنت اور اس کے خلاف دوزخ ہے۔ آدم نے نسیہ سے خطا کی۔ لہٰذا اُس کا نتیجہ روک دیا گیا

پال صاحب۔ آپ نے قوٰی کا ذکر کیا ہے تو جب قوٰی درست راہ پر نہیں چلتے تو وہ ایک نتیجہ پیدا کرتے ہیں اور یہی سزا ہے پس آپ نے سزا کو مان لیا۔

خواجہ صاحب۔ بات یہ ہے ایک آدمی ایسی خوراک کھاتا ہے کہ اس سے جسم کو نقصان پہنچے۔ مگر بسا اوقات جسم کی اندرونی قوتیں ہی اس کے اثر کو روک دیتی ہیں اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا کے اطلاع دینے سے آدم سنبھل گیا پس سزا نہ ہوئی۔ غلطی سے واقع شدہ خطا کا دفعیہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ خدا کا عمل کسی قانون کے ماتحت نہیں۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ سہواً گناہ ہو گیا تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ سزا کی ذمہ واری تعقل پر ہے۔ ایک قانون سے ناواقف یا بچہ نے گناہ کیا تو خدا اُسے سزا نہیں دیتا۔ بچہ قانون کو نہیں سمجھ سکتا۔ یا ایک شخص بھول گیا یا کسی نے قانون کو غلط سمجھا تو خدا مثلِ انسانی حاکم کے قانون کا مجبور نہیں ہے کسی فعل کی سزا تب نتیجہ پیدا کرتی ہے جبکہ کوئی قوتِ مخالف موجود نہ ہو پس جب خدا نے بخش دیا تو آدم کو سزا نہ ہوئی۔

پال صاحب۔ آدم نے قانون کے خلاف فعل کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کا ازالہ کیا گیا مگر یاد رہے کہ کسی شے کا ازالہ اُس کے وجود کے بعد ہوا کرتا ہے۔ مرض کا ازالہ تب ہوتا ہے کہ مرض پیدا ہو چکا ہو۔ جب یہ کہیں کہ خدا نے آدم کے گناہ کو بخش دیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آدم نے گناہ کیا۔

خواجہ صاحب۔ مگر بعض اوقات ایک فعل واقع ہو جاتا ہے مگر اس کے نتائج ظہور میں نہیں آتے۔ یا اندرونی طور پر اس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ نتائج ظہور پذیر ہوں

پال صاحب۔ بہت اچھا۔ اسے ہم بھی مانتے ہیں۔ مگر

اس سے ایک بات ثابت ہوگئی کہ آدم سے گناہ ہوگیا۔ یہ پہلا مرحلہ طے ہوگیا۔

دوسرا مرحلہ

پادری صاحب اب آدم سے گناہ کے سرزد ہونے کو تو آپ نے تسلیم کر لیا اور امر زیر بحث یہ رہا کہ آیا آدم کو سزا ہوئی یا نہ۔ پس معلوم ہو کہ قرآن میں لکھا ہے کہ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا (۲:۳۴) یعنی شیطان نے آدم وحوا کو تنزل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھول نہ تھی بلکہ خارجی اسباب سے ایسا ہوا۔ شیطان نے ورغلایا اور خدا کے خلاف بہکایا کیونکہ مطابق آیت وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (۲۰:۱۱۴) آدم مستقل الارادہ نہ تھا۔ پس وہ بہکانے میں آگیا۔ اب ہم اس بہکاوٹ میں آجانے کو بھول نہیں کہہ سکتے۔ شیطان آدم پر غالب آیا اور آدم نے مستقل الارادہ نہ ہونے سے گناہ کیا اور جنت سے نکال دیا گیا۔ اور قرآن آدم کے اس فعل کی سزا میں اسے بیان کرتا ہے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ آدم نے گناہ کیا اور سزا پائی۔

خواجہ صاحب کیا یہ ضرور ہے کہ جو فعل سرزد ہو وہ نسیہ نہ ہوگا؟

پادری صاحب نسیان کے معنی ہیں کسی شے کی صورت کا ذہن سے محو ہو جانا۔ مگر آدم کے معاملہ میں یہ حال نہیں مثلاً آپ نے مجھے چاء کا پیالہ دینا چاہا اور میں نے انکار کیا۔ ترغیب وتحریص یا رعب وداب یا اور کسی طرح سے آخر مجھے انکار کو ترک کرنا پڑیگا تو اسے مجبوری کہینگے نہ کہ نسیان۔

خواجہ صاحب مگر ترغیبات سے بھی نسیہ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ آدم کو ایک امر کی اطلاع دی گئی جو ترغیبات کی موجودگی بالکل دماغ سے محو ہوگئی۔ پس شیطان نے آدم کو نسیہ کرا دیا۔

پادری صاحب نسیہ۔ بلکہ گمراہی۔

خواجہ صاحب مگر گمراہی تو یہ ہے کہ میں غلط راہ پر چلوں مگر آدم کے معاملہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ حالات گرد وپیش سے وہ بھول گیا۔

پادری صاحب نسیہ بھول جانا ہوتا ہے۔ مگر گمراہی خارجی اسباب کی مجبوری سے ہوا کرتی ہے

خواجہ صاحب گمراہی تین قسم کی ہوتی ہے (۱) خارجی تاثرات تلے بھول جانا (۲) صحیح راہ سے ہٹ جانا۔ اور (۳) ارادہ سے خطا کرنا۔ مگر ذمہ داریاں ہر سہ کی جدا جدا ہیں۔ جیسی کہ گمراہی کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ ویسی ہی ذمہ داری ہر ایک کی مختلف ہوگی ۔

(باقی آئندہ)

ہماری ناکامی کے اسباب

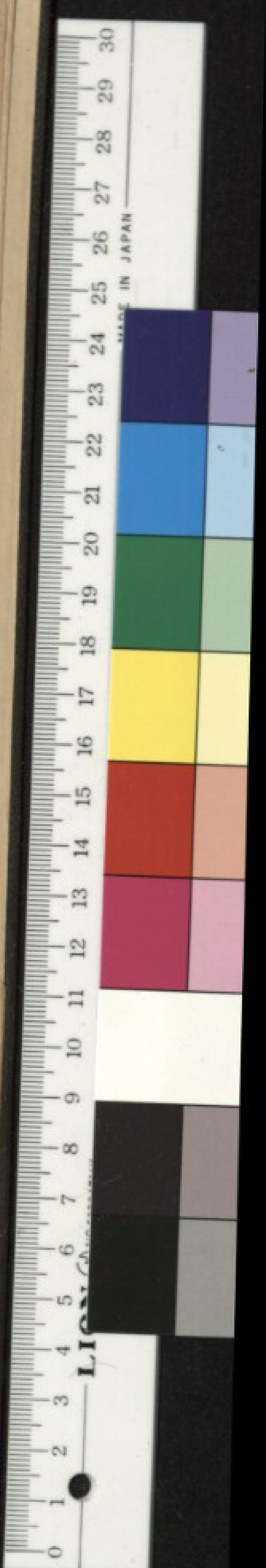
(از ایس۔ بی انتا (حیدر آباد دکن)

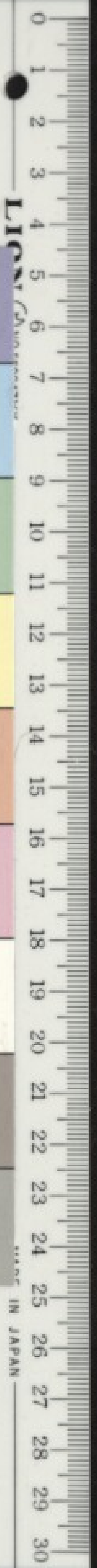
یہ ایک ذاتی اور نیچرل اصول ہے کہ کسی نتیجہ کے خوبی اور برائی کا انحصار اس کے اسباب پر ہوا کرتا ہے کسی عمدہ نتیجہ کی بغیر اس کے موافق اسباب مہیا کئے جانیکے امید کرنا ایک مجنونانہ قیاس ہے اور جو اسباب کے کسی نتیجہ کو وجود میں لانے کے لئے ناکافی ہیں۔ انہیں اسباب کے ذریعہ اس مقصد میں کامیابی کی امید کرنا نہ صرف دوراندیشی سے بعید ہے۔ بلکہ نہایت تباہ کن خیال ہے اور جن نتائج کو وجود میں آنے کے لئے ایک طویل مدت کی ضرورت ہو ان نتائج کو حاصل کرنے میں عجلت کرنا ایک فعل عبث ہے۔

کیا ہی ناعاقبت اندیش وہ سپہ سالار ہوگا جو غیر مسلح ہوتے ہوئے بھی اپنی بے بس سپاہ کو چند پرجوش اور اشتعال انگیز تقاریر کے ذریعہ ایک زبردست ومسلح فوج سے جنگ کرنے کے لئے مستعد اور آمادہ کرے۔ کیا ہی کم عقل اور کوتاہ بین وہ شخص ہوگا جو محض حرص وآز کی وجہ سے تیرنا نہ جانتے ہوئے بھی سمندر میں اس خیال سے کود پڑے کہ اگر چند قیمتی اور بیش بہا گوہر ہاتھ لگ جائیں تو عمر بھر کی تکالیف سے نجات مل جائیگی اور زندگی چین وآرام سے گذریگی۔ کیا ہی نادان وہ ملاح ہوگا۔ جو بغیر کسی غور وتفکر کے باوجودیکہ جہاز چلانے کے ضروری اشیاء کافی طور سے نہ ہوں اور ایک طویل مسافت اور بڑے سفر کے لئے روانہ ہو جائے۔

ہندوستان جس نعمت عظمیٰ کے لئے جدوجہد کر رہا ہے وہ سوراج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی تعریف پوچھی جائے تو ہمارے رہنما جواب میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اگر عوام الناس کے موجودہ جذبات وحرکات سے اس کے معنے اخذ کئے جائیں تو میرے تجربہ سے یہی ہے کہ انگریزوں کی ہتک کرنا۔ ان سے نفرت ان کو بائیکاٹ ان سے ترک موالات کرنا۔ ان کی ہر ایک چیز کو نگاہ نفرت سے دیکھنا۔ انہیں ذلیل وخوار ہندوستان سے نکال دینا وغیرہ وغیرہ سمجھ میں آتے ہیں۔

میرے نزدیک سوراج نہ صرف اس حالت کا نام ہے۔ جو ان سیاسی حقوق کے حصول کے بعد ہوگی جن حقوق کی کہ ہر ایک قوم اپنے وطن و ملک میں مستحق ہے بلکہ تعلیمی اور معاشرتی تمدنی تجارتی۔ اخلاقی۔ اقتصادی ترقی شدہ حالت کا بھی نام ہے جو ملک تعلیم سے بے بہرہ ہو تمدنی اور معاشرتی حالت نہایت گری ہوئی ہو اور تجارت سے محض غافل ہو وہاں سوراج کا تصور کرنا ایک امر موہوم ہے۔ جس ملک نے کہ کسی شعبہ زندگی میں ترقی نہ کی ہو۔ جس کے افراد میں نااتفاقی اور ایک





دوسرے سے بغض و کینہ ہو جیاں چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتیں جو کہ اگر چاہیں تو نظر انداز کی جا سکتی ہیں بڑے بڑے فساد کے باعث ہوتے ہوں جن کی وجہ سے کئی مقتول سینکڑوں مجروح اور ہزاروں محبوس ہو جاتے ہوں ایسا ملک ہرگز سوراج کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اگر بالفرض محال سوراج مل بھی جائے تو قبل از وقت ہے اور بجائے برکت ہونے کے تباہی اور بربادی کا باعث ہو جائیگا۔

ہندوستان میں اگر وہ خوبیاں اور صفات تلاش کی جائیں جو ایک سوراج کی بے تاب منتظر قوم کے لئے ضروری ہیں تو ہرگز نظر نہیں آئینگی۔ بقول بہت سے عالموں کے ہندوستان کو ابھی سوراج دینا گویا خانہ جنگی کے قعر ذلت اور حضیض نکبت میں عمداً ڈالنا ہے۔ درحقیقت سوراج کے جد و جہد شروع کرنے سے قبل ان تمام نقائص کو دور کر لینا چاہئے تھا جو سوراج کی راہ میں سد راہ ہیں۔ ہمارے رہنماؤں کو اپنے مقاصد میں ناکامیابی ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اُن اسباب پر زیادہ غور و خوض نہیں کرتے اور اُن نقائص اور معائب کے استیصال کرنے کی کوشش نہیں کرتے جو ہماری ناکامی کے اصل باعث ہوا کرتے ہیں۔

جو تدابیر ہمارے رہنما سوراج حاصل کرنے کے لئے بتاتے ہیں وہ بجائے موجب ترقی اور اقبالمندی ہونے کے ہماری ہی تباہی اور بربادی کے ذرایع ہیں۔ جب غیر ملکی کپڑے کے بائیکاٹ کی تحریک نہایت تندی سے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل رہی تھی۔ اس وقت لاکھوں روپیہ کا کپڑا نذر آتش کر دیا گیا اور اب تک کیا جا رہا ہے جو ہمارے ہی نقصان کا باعث ہے۔ حالانکہ ہمارے لاکھوں بھائی اور بہن ہندوستان میں ہی تن پوشی کے لئے کپڑوں کے محتاج ہو کر نالاں آوارہ پھر رہے ہیں۔ اگر غیر ملکی کپڑا استعمال کرنے سے درحقیقت نقصان پہنچتا ہے تو بجائے وہ خریدا ہوا کپڑا جلا کر خاک کر دینے کے ہمارے ہندوستانی برہنہ بھائیوں اور بہنوں کو پہنا دینا چاہیئے تھا اور آئندہ غیر ملکی کپڑا خریدنا حرام تصور کرنا تھا۔ اس سے نہ صرف ہم ایک نقصان عظیم سے بچ جاتے۔ بلکہ لاکھوں برہنہ بھائیوں بہنوں کو تن پوشی کے لئے کپڑے مل جاتے۔ جب یہ تحریکات یعنی موجودہ تعلیم باعث غلامی ہے اور گورنمنٹ کی ملازمت گناہ کے مساوی ہے تو نتائج یہ برآمد ہوئے کہ سینکڑوں گھر بے روزگاری کے باعث تباہ ہو گئے اور ہزاروں طالب علم مدارس چھوڑ کر آوارہ ہو گئے اور اپنی عمر کے ایک قیمتی زمانہ کو مفت کھو بیٹھے۔ کھدر اور چرخہ کی تحریک کو جب عروج ہوا اور اسی کو ذریعہ سوراج کہا جانے لگا۔ گو ملک کے ایک قلیل حصہ نے فوراً اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ مگر افسوس اس امر میں ہے کہ بہت سے حضرات چند روز محض فیشن اور نمایش کے طور پر کھدر استعمال کر کے خون لگا کر زخمیوں میں ملگئے۔ فی الحقیقت اُن کو کھدر کے استعمال سے اقتصادی حالت کی درستی مقصود نہیں تھی۔ اس تحریک پر تمام ہندوستانیوں کا عمل کرنا ناممکن ہے۔ چونکہ ہندوستان میں محض چرخہ کے ذریعہ اتنا کپڑا تیار نہیں ہوتا جو کل ملک کے لئے کافی ہو۔ اسی لئے ہندوستان غیر ملکی امداد کا محتاج ہے۔ دستی چرخہ سے جو کپڑا ہندوستان میں بنا جاتا ہے وہ بیس فیصدی ہے اور کلوں کے ذریعہ ہندوستان میں ہی جتنا کپڑا بنا جاتا ہے وہ چھبیس فیصدی ہے اور جو کپڑا غیر ممالک سے آتا ہے وہ ۵۴ فیصدی ہے۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ ہندوستان میں صرف بیس فیصدی کپڑا بنا جاتا ہے اور اسی فیصدی کپڑا اُن ذرایع سے فراہم ہوتا ہے جنکو ہمارے رہنما معیوب قرار دیئے بیٹھے ہیں تو پھر اتنی تعداد میں کپڑا ہم کن ذرایع سے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے رہنما جو کہتے ہیں کہ ہر شخص چرخہ کاتے۔ لیکن واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ ناقابل عمل بات ہے تعجب خیز اور مشکل مقام تو یہ ہے کہ ہمارے رہنما ان کلوں کو بھی استعمال کرنے کی ممانعت کرتے ہیں جو غیر ممالک میں بنتے ہیں۔ ہمارے پاس تو کلیں نہیں کہ ہم اپنے ہی ملک میں ان کو استعمال کر کے تھوڑی سی محنت اور کم خرچ سے زیادہ کپڑے و دیگر اشیا فراہم کر لیتے۔ اس صورت میں نہ صرف ہم سودیشی مال و اسباب استعمال کرتے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہماری مالی اور اقتصادی حالت میں ترقی بھی ہوتی جاتی تھی جب ہر شخص چرخوں کے ذریعہ بنا ہوا کپڑا استعمال کرنے کے لئے آمادہ ہو اور کپڑا کافی طور سے فراہم نہ ہو سکے تو لازمی نتیجہ کپڑے کے گراں ہو جانے کا ہے۔ اگر کپڑے کی گرانی کے نتیجہ کا اثر باشندوں پر پڑے تو کروڑہا مفلس ہندوستانی فطرتاً اور مجبوراً غیر ملکی کپڑا استعمال کرنا اسے سمجھینگے جو بدرجہا ارزاں ملسکیگا۔ پس یہ تحریک بھی نامفید ثابت ہوئی اور نہ ہم کو اس تحریک میں کامیابی ہوئی۔ ہاں اس وقت ہمارا مدعا حاصل ہو جائیگا جبکہ ہندوستان میں کارخانہ بن جائینگے اور کلوں کے ذریعہ سے کام کیا جائیگا۔ ایسے ہی تحریک عدم تعاون دستہ گرہ وغیرہ ہیں جن میں نہ ہم کو کوئی کامیابی ہوئی اور نہ ہی ان پر عمل کرنے سے کوئی فائدہ ہو سکا۔

تاہم میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ ان تحریکات سے ہندوستان کے طول و عرض میں فردہ ہلچل اور ایک انقلاب پیدا ہو کر مردہ روحوں میں کچھ زندہ حرکت آ گئی۔ مگر اس قبل از وقت جوش خروش کا نتیجہ جس تلخ صورت میں ظاہر ہوا اس کے لئے مالابار سہارنپور ناگپور، ملتان وغیرہ کے ہنگامے شاہد ہیں۔ چند پُر جوش اور شر انگیز تقاریر اور اشتعال انگیز مضامین سے حقیقی حب وطن کے صادق جذبات ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے اور نہ انتقامی ذرائع سے حب الوطنی

پیدا ہوتی ہے۔ حب الوطنی اور قوم پرستی اس وقت ہویدا ہوتی ہے جبکہ اتحاد ہمدردی اور قومیت کی تفریق سے نفرت باہمی الفت۔ کدورت اور منافرت کا تدارک بغض و عناد کا قلع قمع کے عمل اسباب تربیت پائے جاتے ہیں۔

کیا اکثر ہندو عورتوں کی حالت عموماً غلامی کی سی نہیں

معزز ناظرین! دنیا کی جو قومیں اپنے اندر کی خرابیاں یا نقصوں کو سننے اور ان کے رفع کرنے کے لئے تیار ہوتی ہیں وہ ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہیں۔ برعکس اس کے جو لوگ اپنے موجودہ نقصوں کو سننے کے لئے بھی تیار نہ ہوں اور اپنی گم شدہ قدیم عظمت کی خالی ڈینگیں ہی مارتے رہیں وہ کبھی کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ آجکل ہندو رسم و رواج متعلقہ شادی کچھ ایسے بگڑے ہوئے ہیں کہ اُن کی خرابی کی وجہ سے سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہندو گھر ماتم کدہ بن رہے ہیں۔ مگر بڑا افسوس ہے کہ اکثر ہندو لیڈر ایسے متعصب ہو رہے ہیں کہ وہ اپنے ہاں کی سوشل خرابیوں کو دور کرنے کے بجائے اُلٹا اُن کو چھپائے رکھنے ہی میں شاید اپنی کوئی بڑائی سمجھتے ہیں اس طرح محض پولیٹیکل خیالات کی بنا پر ہمارے بہت سے ہندو لیڈر اپنے ہاں کی اچھی یا بُری سب ہی باتوں کو بڑا دھارمک ہی دھارمک ظاہر کرتے رہتے ہیں اور اس طرح عوام الناس کو برابر مغالطہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ مگر ذیل کے چند امورات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا آجکل عموماً ہندو استریوں کی حالت در اصل دھارمک سمبندھ والی ہے یا کہ ان بیچاریوں کو رسم و رواج کی آڑ میں کڑی سے کڑی زنجیروں میں جکڑ کر قدیم زمانہ کے غلاموں کی سی حالت میں ڈال رکھا ہے

۱۔ کسی بھی فرقہ کے اندر سب کے سب لوگ نیک اور شریف نہیں ہوا کرتے۔ ان کے درمیان کئی شریر اور بدمعاش بھی ضرور ہوتے ہیں۔ مروجہ ہندو طریق شادی سے اگر کسی ہندو لڑکی کا ایسے شخص کے ساتھ سمبندھ ہو جائے جو بعد ازاں شریر اور ظالم نکلے اور وہ اپنی ابلا استری کے ساتھ سخت بے رحمانہ سلوک کرے تو بتائیے ہندو سوسائٹی نے ایسے ظالم خاوند کے لئے کونسا ڈنڈ یا ڈر مقرر کیا ہوا ہے اور پھر اس ابلا کی رکھشا کے لئے کونسی صورت ہے عموماً برادری کے لوگ اور پنچ۔ پروہت اور آس پڑوسی بھی سب اپنی آنکھوں سے استری بیچاری کی دُرگتی ہوتے دیکھتے ہیں۔ مگر کوئی ذرا چون و چرا تک نہیں کرتا کہ اُس بیچاری پر کیسی گذرتی ہے اور کیسی نہیں۔ اس طرح ہزاروں۔ لاکھوں ہندو عورتیں کوئی اپنے ظالم خاوند کے ہاتھوں ستائی ہوئی مرتی کھپتی رہتی ہیں اور بہت سی بے چاری اُدھر اپنے والدین کے گھر سے دھکیلی ہوئی۔ ادھر اپنے ظالم خاوند کے جیل میں پھنسی ہوئی بُرے بھلے اپنی زندگی کے دن ختم کئے جاتی ہیں۔ بتائیے ایسی مصیبت کی حالت میں بیچاری کریں تو کیا کریں؟

۲۔ ہندو شادی کو ویسے تو دھارمک کہا جاتا ہے تاہم ہندو خاندان اپنی شریف سے شریف عورت کو جب چاہے اپنے سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ کوئی کبھی اُس پر تہمتیں لگاتا ہے کبھی اُس کا استری دھن چھین لیتا ہے۔ ہزارہا عورتیں ایسی موجود ہیں جو اپنے نروئی خاوند کی زندگی میں بیگان سے بھی بُری حالت میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی شریف عورت اپنے ظالم اور بدمعاش خاوند سے چھٹکارہ پانا چاہے تو سوائے سرکاری عدالت کے اس کے لئے کوئی اور چارہ نہیں۔ بتائیے ایسی صورت میں بھی ہندو سوسائٹی کی طرف سے عورتوں کی رکھشا کے لئے کیا انتظام ہے؟

۳۔ ایک سوتر کار رشی بدھا ئن نے فرمایا ہے۔ اگر عورت کے اولاد پیدا نہ ہووے تو دس سال کے بعد۔ اگر اُس کے لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو بارہ سال کے بعد۔ اگر بچے پیدا ہو کر گذر جاویں تو پندرہ سال کے بعد۔ اور اگر عورت مقابلہ کرنے والی ہو تو اُس کا خاوند اُس کو فوراً ہی نکال دیوے۔

۴۔ مطالعہ کرنے والے کو پتہ لگتا ہے کہ ہندو دھرم شاستر کا دلی مدعا یہی معلوم دیتا ہے کہ استری لڑکوں ہی پیدا کرے۔ اس لئے اکثر عورتوں کو جن کے بطن سے پہلے لڑکی ہی پیدا ہووے تو اکثر سسرال والے اُسکو شروع ہی سخت حقارت اور نفرت کے ساتھ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

۵۔ منو مہاراج فرماتے ہیں۔ عورت اور غلام کا کسی چیز پر مالکانہ حق نہیں رکھتے اور اگر وہ کوئی چیز خاص اپنی محنت کے ذریعہ پیدا بھی کریں تو اُس چیز پر بھی اصل ملکیت اُسی کی ہوگی جس کے گھر میں وہ عورت اور غلام رہتے ہوں (باب ۸ شلوک ۴۱۶) دیکھئے یہاں صاف طور پر عورت کو غلام کے برابر سمجھا گیا ہے۔ بتائیے ہندو استری کا اپنے مالک کی اردھنگنی ہونا کس بات میں مانا جاتا ہے۔

۶۔ دھرم شاستر یہ بھی کہتا ہے کہ مرد بالغ ہوں یا نابالغ۔ امیر ہو یا غریب۔ روگی ہو یا تندرست اور مضبوط بھی ہو تو بھی خود اپنے عمر کے ساتھی بننے والے ور کی دیکھ بھال میں کوئی دخل نہیں رکھتی

۷۔ مرد جتنی شادیاں چاہے کر سکتا ہے۔ خواہ اُسکے گھر میں اُسکی پہلی عورت یا عورتیں موجود بھی ہوں مگر کسی بال بدھوا کو اپنے خاوند کی موت کے بعد بھی دوسری شادی کرنے کا اختیار نہیں۔

۸۔ جو شخص کسی کا قرضہ ادا کئے بغیر مرجاوے





تو وہ ہندوؤں کے خیال کے بموجب اگلے جنم میں غلام خادم۔ عورت یا پشو کی یونی میں ہو کر اپنے قرضخواہ کے گھر میں قرضہ اُتارنے کے لئے جاتا ہے۔ دیکھئے ہندو دھرم شاستر نے عورت کو کیسے گرے ہوئے بھاؤ میں لیا ہے۔

۹۔ جس رامائن کا پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا بڑا مہاتم مانا جاتا ہے دیکھئے اُس میں استری جاتی کی بابت کیا لکھا ہے "ڈھول۔ گنوار۔ شودر۔ پشو۔ ناری۔ یہ سب تاڑن کے ادھیکاری" (سندر کانڈ دوہا ۶۱ کی چوپائی ۶) کیا ہمیشہ تاڑن کرنے سے اُن کی رہی سہی عقل نہیں ماری جاویگی۔ پھر وہ تاڑن کرنے والا سوامی بھی کیسا ہوگا؟

۱۰۔ ہندو عورت کو اگر کوئی حصہ وراثت کا ملتا بھی ہے تو وہ اکثر بڑی مشکل سے اور محدود طور پر ہی ملتا ہو مگر مردوں کو ہر حالت میں وراثت بہت زیادہ اور کلی اختیار کے ساتھ ہی ملتی ہے۔ اور نیز مردوں کو بہت دُور کی رشتہ داری میں بھی پہنچتی ہے۔

۱۱ ہندو خاوند اپنی تمام جایداد کو وصیت نامہ کے ذریعے جس کو چاہے دے سکتا ہے۔ وہ چاہے تو اُس پر اپنی عورت کا بھی کوئی حق قائم نہ رکھے اور خاوند کے لئے کوئی وجہ ظاہر کرنی بھی ضروری نہیں رکھی بلکہ اپنی طرف سے جائداد مذکورہ کا دوسرے کے نام پر انتقال کر دینا ہی خاوند کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے۔

۱۲۔ اکثر ہندو پنڈت۔ پادھوں کا انصاف بھی دیکھئے۔ خاوند خواہ کیسا ہی شریر اور ظالم ہو تو بھی وہ اُس کے لئے پتنی برت کی بابت کوئی اپدیش نہیں دیا جاتا۔ لیکن استری کو ہر حالت میں کئی قسم کے مذہبی فرائض اور نرک و سورگ کے مَن گھڑت خوفناک نقشے دکھا کر اکثر یہی ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اپنے خاوند کو ہر حالت اور ہر صورت میں بھگوان کے برابر ہی سمجھے اور اپنی موکش اور مکتی کا ذریعہ بھی اُسی خاوند کو جانے۔ حالانکہ باہر کی تمام دُنیا نیک کاموں کے کرنے اور بدکاروں سے دور رہنے میں نجات مانتی ہے۔ لیکن ہندو عورت شریف سے شریف بھی ہو تو بھی اُس کا درجہ عملی طور پر پاؤں کی جوتی سے بڑھ کر سمجھا نہیں جاتا۔ کیا اس میں بھی ہندو فلاسفی کی کوئی عظمت ہے؟ (باقی آئندہ)

بھگت رام سکرٹری۔ جیو دیا سبھا

چھاؤنی فیروزپور

پتہ درکار ہے

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب لزانشاں۔

کیا آپ یا کوئی اور مسیحی بھائی سائیں فضل الٰہی صاحب کا پتہ مجھے دے سکتے ہیں۔ آپ پچھلے سال نیگسن آباد میں بطور سادھو کے کام کرتے تھے۔ اور سنا ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنا نام فریڈرک ایلیٹ جیمیس رکھ لیا تھا۔ اب بھی سنا ہے کہ وہ کسی جگہ مسیحی کام کر رہے ہیں۔ میں آپ کا بہت ہی مشکور ہونگا۔

پتہ۔ (ڈاکٹر) ایم۔ اے۔ صادق

۲۰ لاہور روڈ۔ لاہور

ہز ایکسیلنسی سر ایڈورڈ میکلیگن مورخہ ۲۹ مئی کو روز شملہ سے بمبئی کو روانہ ہو جائینگے جہاں پر ۳۱ مئی کے روز سر میلکم ہیلی کو گورنرشپ کا چارج دینگے ہز ایکسیلنسی کی شملہ سے روانگی خفیہ طور سے ہوگی تو بھی پنجاب کے سول افسر انکی لیڈیز کو جو شملہ میں موجود ہونگی ۲۸ مئی کی شام کے سوا پانچ بجے بارنس کورٹ میں حاضر ہونے کی دعوت ملی ہے کہ وہ ہز ایکسیلنسی کو الوداع کہیں۔ ہز ایکسیلنسی شام کے ۷ بجے موٹر پر سوار ہو کر ریلوے سٹیشن پر تشریف لیجائینگے۔

خبریں

کلکتہ پولیس نے منگلوار کے دن روڈولف کیبل اور پال فلنٹ نامی دو روسیوں کو پاسپورٹ کے بغیر ہندوستان آنے کے جرم میں گرفتار کیا ہے۔

کانپور۔ ۱۸ مئی۔ بولشویک بغاوت کے مقدمہ کا فیصلہ آج نہیں سُنایا گیا آئندہ منگل کے دن حکم سُنایا جائیگا۔

الہ آباد ۱۶ مئی۔ جونپور کی آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوٹیری چوک کے جھگڑے کی جانچ ہو رہی مگر گرفتار شدہ ہندوؤں کی تعداد لگ بھگ ۱۵۰ اور مسلمانوں کی ۱۰۰ ہے۔ سمجھوتا ہونے کی افواہ ہے۔

شریف مکہ کے سنگین جرائم ہلال پر صلیب کو ترجیح

(۱) شریف حسین نصرانی ڈپلومیسی کے پہلے شکار ہیں۔ جو بربادی قوت خلافت اور انتشار نظم اسلام کے لئے دنیاوی لالچ میں حلقہ اسلام سے علیحدہ ہوئے۔

(۲) شریف حسین آج سے پانچ چھ سال پہلے سے خود کو خلافت کے لئے پیش کر رہے تھے۔

(۳) شریف حسین نے خلافت کے لالچ میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نصرانیوں کی مدد کی۔

(۴) شریف حسین نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا اور شعائر اسلامی و حرمات حرمین کی تذلیل روا رکھی۔

(۵) شریف حسین نے نصرانیوں سے معاہدے کئے جن میں حرمین حجاز جزیرۃ العرب پر نصرانی سیادت کو قبول کیا۔

(۶) شریف حسین نے تنخواہ لیکر اسلام کے خلاف فوج کشی کی اور نصرانیوں کا ساتھ دیا۔ (مُصلح)

خبر ہے ریاست نابھہ میں چالیس سکھوں کی

جابیلا دیں ضبط کی جا چکی ہیں اور اکثر کو مختلف سزائیں دی گئی ہیں۔

ڈھاکہ کے ایک ڈاک میں چند کانگریس مین گرفتار کئے گئے ہیں۔ جنہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔

خواتین برما نے فیصلہ کیا ہے۔ غیر ملکی لباس اور زیور ترک کر دیا جائے اور غیر ملکیوں سے شادی نہ کی جائے۔

پنجاب کمپاؤنڈرز کانفرنس کا پانچواں اجلاس سنیچر اور اتوار کو لاہور میں منعقد ہونے والا اقلاعل سرجن لودیانہ صدر تھے۔

سر سیکلم ہیلی آئندہ گورنر پنجاب کو لنڈن میں ملک معظم نے سوموار کے روز شرف حضوری بخشا آپ عنقریب پنجاب تشریف لائینگے۔

۵ سو اکالی خواتین نے گوردوارہ کمیٹی سے جیتو کو اپنا جتھا بھیجے جانے کی درخواست کی ہے۔

بہانی ضلع ہردوئی میں گذشتہ سنیچر کو جو غضبناک طوفان آیا اس کی کیفیت ایک قریبی اخبار نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔

طوفان اس قدر زبردست تھا کہ ہزاروں درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ بیشمار درخت اڑ کر کوسوں دور جا پڑے سینکڑوں مکان پیوند زمین ہو گئے۔ تالاب کا پانی غائب ہو گیا۔ اس میں نہاتی ہوئی بھینسیں وہاں ہی مر گئیں۔ ۵۰ آدمی ہلاک ہوئے۔ بہت سے ہوا میں اڑ گئے۔ کئی لاپتہ ہیں۔ طوفان کے تھپیڑوں نے تالاب کی مچھلیاں باہر پھینک دیں۔ ہزارہا من غلہ برباد ہو گیا۔ اس طوفان سے ضلع بھر میں سخت سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ یہ طوفان دوسرے الفاظ میں حضرت نوح کے وقت کا طوفان کہنا چاہیے۔

بھائی پھیرو کے مورچہ میں گرفتار شدہ اکالیوں کی تعداد ۷۶۷۰ تک جا پہنچی ہے۔

سابرمتی کی اطلاع مظہر ہے کہ مہاتما جی اس ماہ کے آخر میں جوہو سے احمد آباد چلے جائینگے۔

کلکتہ خلافت کمیٹی نے تارکیشور ستیہ گرہ سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور ہر طرح کی امداد کا یقین دلایا ہے۔

ویکم میں ستیہ گرہ جاری ہے۔ پولیس نے ویکم میں ستیہ گرہی والنٹیروں کے والدین کو جابر دھمکیاں دی ہیں۔ یہ گپ ہے۔

بھیل کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے مسٹر اینڈریوز نے والیان ریاست سے اپیل کی ہے۔ کہ بیگار بند کر دیں۔

نابھہ ۱۹ مئی۔ بجکم گوردوارہ پربندھک کمیٹی ۱۸ مئی سورج نکلنے سے پہلے اردگرد کے دیہات کے ساتھ اکالی منہ اندھیرے شہر میں داخل ہوئے اور ایک گوردوارے میں دیوان لگایا۔ شام کو انہوں نے جلوس کی صورت میں شہر میں گھومنے کی تیاری کی۔ لیکن حکام نے جلوس روک دیا۔ اکالیوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا جس پر انہیں زبردستی لاریوں پر بٹھلا کر ریاست کی حدود کے باہر ۵۰ میل کے فاصلہ پر چھوڑ دیا گیا۔ ریاست کے ۱۵ اکالی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

راجہ غلام قادر خاں سابق پرنٹر و پبلشر زمیندار جنہیں تین سال قید کی سزا ہوئی تھی میعاد مذکور ختم کرنے کے بعد رہا ہو گئے۔

مہاراجہ صاحب بھرتپور ۲۰ جون کو بھرتپور کی مسجد کے متعلق مسلمانوں کے ڈیپوٹیشن سے ملینگے۔

مدراس کی میونسپلٹی کی دس نشستوں کے لئے میونسپل انتخاب قریب آ رہا ہے۔ مدراس کانگریس کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ جتنی نشستوں پر قبضہ ہو سکے کر لیا جائے۔ اور اس نے اس سلسلہ میں جد و جہد شروع کر دی ہے۔

ضروری عرض

میری بیوی کا نام ڈیزی۔ دختر فلپ ٹوڈو۔ مقیم آگرہ۔ ملازم مشن۔ ایک لڑکا جس کی عمر اب قریباً ۲½ سال ہے۔ لڑکے کا نام عمانوایل ہے۔ میری بیوی اور لڑکے کو عرصہ قریباً دو سال کا ہوا ہے کہ میری کا باپ فلپ ٹوڈو اور میری بیوی کا بھائی ہیری وکوڈ میرے پاس موضع جھوگیاں شین والی متصل کچہری ضلع شیخوپورہ آئے اور میری غیر حاضری میں میری بیوی اور بچہ کو معہ کپڑوں اور زیور کے چوری کر کے لے گئے۔ میں نے اب تک بہت تلاش کی کوئی پتہ انکا نہیں ملتا۔ سکندرہ کے پادری صاحب سے خبر ملی تھی کہ وہ یہاں آئے تھے مگر سنا ہے کہ مسلمان ہو گئے ہیں میں پھر بھی تلاش کرتا رہا اب تک انکی کوئی خبر نہیں ملتی۔ کوئی صاحب مجھے ان کا پورا پتہ دیوے کہ وہ کہاں ہیں عیسائی ہیں یا مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور اگر مسلمان ہو گئے تو کیا سب خاندان مسلمان ہو گیا ہے یا صرف میری بیوی ہی مسلمان ہو گئی ہے۔ اگر اس کا باپ اور بھائی اب عیسائی ہیں تو وہ کہاں رہتے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں میں تہ دل سے شکر گذار ہونگا جو شخص پورا اور مفصل پتہ بذریعہ جناب پادری کرائن صاحب بہادر مشنری انچارج دیویں یا کہ بذریعہ اخبار زرافشاں مجھے خبر دیجاوے

المشتہر

متی داس۔ ترنتارن

چرچ مشن۔



وفا

زمانہ متقدمین کے مسیحیوں کی وفاداری وجان نثاری زبان زد خلائق ہے۔ دیگر مذاہب کے بزرگ بھی اس بات کے معترف ہیں کہ مسیحیانِ سلف نے عشقِ حق میں اپنی جانوں تک قربان کر دینے میں دریغ نہیں کیا اور مسیح کی محبت میں وہ مصائب و نوائب برداشت کئے کہ جنکو سنکر فی زمانہ احباب کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ناظرین نور افشاں کے روبرو کج ایک قصہ پیش کرتا ہوں جس کو مولینا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں نہایت دلسوز پیرائے میں تحریر کیا ہے فہو ہذا

کسی یہودی بادشاہ نے ایک بُت نصب کیا اور اُس بُت کے قریب آگ افروختہ کر کے حکمِ عام دیا کہ میری سلطنت میں جو شخص اس بُت کو سجدہ نہ کریگا وہ جلتی بھٹی میں زندہ جلا دیا جاویگا۔ اس حکم کی تعمیل میں یکے بعد دیگرے لوگوں نے قدرے بخوفِ سیاستِ سلطانی و قدرے بمقتضائے خام اعتقادی اس بت کو سجدہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک عیسائی عورت مع اپنے کم عمر بچے کے اس بُت کے پاس لائی گئی۔ بادشاہ نے کہا اے عورت اس بُت کے سامنے سربسجود ہو۔ ورنہ لامحالہ تو اس آگ کی بھٹی میں جلادی جاویگی۔ مگر مولینا فرماتے ہیں۔

بود آں زن پاک دین و مومنہ
سجدۂ آں بُت نکرد آں موقنہ

وہ عورت چونکہ پاک دین اور صاحب یقین تھی اس نے بُت کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر بادشاہ نے کیا کیا؟

طفل از و بستند در آتش درفگند
زن بترسید و دل از ایماں بکند

خواست تا او سجدہ آرد پیشِ بُت
بانگ زد آں طفل کانی لم اُمت

ظالم بادشاہ نے لڑکے کو اس عورت سے چھینکر آگ میں ڈال۔ اس واقعہ سے مارے خوف کے اس عورت کا قدم ایمان کی راہ سے لڑکھڑایا۔ قریب تھا کہ وہ بُت کو سجدہ کرے مگر لڑکے نے فوراً آگ میں سے آواز دی کہ "میں نہیں مرا" وہ لڑکا بزبان مولینا روم اپنی ماں سے یوں مخاطب ہوتا ہے ؎

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم
گرچہ در صورت میانِ آتشم

اندر آ مادر ببیں برہان حق
تا ببینی عشرتِ خاصانِ حق

اندر آ و آب بیں آتش مثال
از جہانے کاتش است آبش مثال

اندر آ اسرارِ ابراھیم بیں
کو در آتش یافت ورد و یاسمیں

اندریں آتش بدیدم عالمے
ذرہ ذرہ اندرو عیسیٰ دمے

اندر آ مادر بحقِ مادری
بیں کہ ایں آذر ندارد آذری

اندر آ مادر کہ اقبال آمدست
اندر آ مادر مدہ دولت ز دست

قدرتِ آں سگ بدیدی اندر آ
تا ببینی قدرت فضلِ خدا

من ز رحمت میکشایم پائے تو
کز طرب خود نیستم پروائے تو

اندر آ و دیگراں راہم بخواں
کاندر آتش شاہ بنہادست خواں

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار
اندریں آتش کہ دارد صد بہار

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ
غیر عذبِ دیں عذاب است از ہمہ

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب
اندر آئید اے ہمہ عین عتاب

اندر آئید اندر ایں بحرِ عمیق
تاکہ گردد روح مانی در رقیق

واعظوں کیلئے مختصر خاص پُر مطلب نوٹ

درحقیقت ہمارے گناہ نے مسیح کو صلیب دی۔ نہ یہودیوں نے نہ پلاطس نے اور نہ سپاہیوں نے۔

ہارون اور اس کے بیٹے جب مخصوص ہوئے تو اُن کا سارا بدن دُھلایا گیا۔ مگر اس کے بعد ضرور تھا کہ روز مرہ صرف ہاتھ پاؤں دھویا کریں۔ اسی طرح جب مسیحی نہا چکے (بپتسمہ پا چکے) تو روزمرہ اس کو ہاتھ پاؤں دھونا (گناہوں کا اقرار) ضرور ہے۔

انجیل مقدس میں چار قسم کے پاؤں دھونے کا ذکر آیا ہے

(۱) ایک گنہگار عورت مسیح کے پاؤں دھوتی ہے لو ۷: ۴۴۔ یہ توبہ کا نشان ہے۔

(۲) گنہگار آپ اپنے پاؤں دھوتا ہے۔ یو ۱۳: ۱۰ یہ تقدس کا نشان ہے۔

(۳) گنہگار اپنے بھائی کے پاؤں دھوتا ہے۔ یو ۱۳: ۱۴ یہ دعا و نصیحت کا نشان ہے۔

(۴) مسیح ایک گنہگار کے پاؤں دھوتا ہے یو ۱۳: ۵۔ یہ معافی کا نشان ہے۔

خداوند نے اپنی خوشی سے ایک بار جنم لیا اور دوسری بار ہر ایک کی مرضی سے اُن کے دلوں میں جنم لینا چاہتا ہے۔

لوگ چراغ جلاتے تاکہ رات کو اندھیرے میں کسی چیز کی تلاش اور جلتے چراغ کے دسیلے اُسے پاتے ہیں لیکن جلتے چراغ کی تلاش کے لئے کوئی آدمی دوسرا

چراغ نہیں جلاتا۔ پس مسیح کو مسیح سے پہچانتے ہیں نہ دیگر علوم سے۔

جیسے چھوٹے بڑے سب اسرائیل ایک ہی طور سے بچ گئے۔ ویسے ہی سب چھوٹے بڑے مسیح کے لہو سے مخلصی و مغفرت پاتے ہیں

جس راہ پر چلنے سے بنی اسرائیل مصر کی غلامی سے نکل گئے۔ اُسی راہ سے مصری ہلاک ہوئے۔ یہ خداوند مسیح کی صلیب کی ایک پیش نشانی ہے۔ اقر ا ۱۸:۱-۲۴۔

"تو میری قربانگاہ پر سیڑھی سے ہرگز مت چڑھ"۔ (خروج ۲۰: ۲۶) ہم اپنی بنائی ہوئی سیڑھی یعنی اپنے کسی کام سے خدا تک نہیں چڑھ سکتے اور اگر چڑھنا چاہیں تو ہماری برہنگی یعنی ناراستی و ناپاکی ظاہر ہوگی۔ جو آدمی اپنے کام کے وسیلے سے خدا تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اُس کا نتیجہ شرمندگی ہوگا۔

جب تم کہتے ہو کہ "میں اوروں کی مانند بدکار نہیں" میں اوروں کے برابر کوشش کرتا ہوں تو تم اس کنگال کی مانند ہو جو بھیک مانگتا ہوا کہتا ہے "میں تو بہت کنگال نہیں ہوں میری حالت اوروں سے بُری نہیں"۔ تو کون بھیک دیگا۔

موسیٰ کی قربانی (؟) نے اپنی محبت اُس کی طرف آنسوؤں سے دکھلائی تھی۔ مگر اپنی پسلی سے پانی اور خون بہا کر تمام جہان کی نسبت اپنی محبت ظاہر کی۔ میخوں نے مسیح کو صلیب پر لٹکائے نہیں رکھا بلکہ اُس کی اپنی بے انتہا محبت نے جو ہمارے ساتھ تھی اُسے صلیب پر لٹکائے رکھا۔

ابو العزیز

مصنوعی کھانڈ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آسٹریلیا کے ایک سائنسدان نے مختلف اشیاء کی کیمیاوی ملاوٹ سے ایسی کھانڈ تیار کی ہے جسکو ماہرین بھی گنے کی کھانڈ سے تمیز کرنے میں قاصر رہے ہیں اس مصنوعی کھانڈ کی تیاری کا طریق مکمل طور پر مخفی رکھا گیا ہے۔

اُردو کتابیں

محفوظ الرحمٰن (؟)

موسیٰ کی حکایت باتصویر۔ بچوں کے لئے آسان زبان اور سہل بیان میں صفحہ ۲۳ - ۱ر

نبی معصوم۔ قرآن سے ثابت کیا ہے کہ سوائے مسیح کے اور کوئی بے گناہ نہیں صفحہ ۱۴ - ۶ پائی

ننھے ننھے لوگ۔ باتصویر۔ ہر قسم کے کیڑوں کوڑوں چمکدار کیڑوں جھینگوں تتلیوں وغیرہ صدہا قسم کے کیڑوں کا بیان صفحہ ۱۷۔ اصل ۲ر رعایتی ۱ر

نصیحتِ طفلاں۔ مسیحی مذہب کی صداقتوں کے متعلق ہیری صاحب کے ابتدائی سوال و جواب۔ صفحہ ۱۶۹ - ۶ پائی - کپڑا ۱ر

نوجوانوں کا رہنما۔ نوجوانوں کو تمام بُری اور گمراہ کن باتوں سے بچا کر تندرست عقلمند اور نیک جوان بنانے والی کتاب صفحہ ۱۳۶ - ۸ر کپڑا ۱۰ر

پیدائش کی کتاب کے مضامین کا مجموعہ بطور سوال و جواب از پادری جے۔ جے لوکس صاحب۔ صفحہ ۱۶۴ - ۶ر

پالنا۔ جوان ماؤں کے لئے چند ضروری ہدایات اور بچہ کی پرورش کا بیان صفحہ ۱۷ - ۶ پائی

مجموعہ رسائل بمصنفہ جیمس منرو اور ڈاکٹر ورلڈ وس صاحبان (۱) مسیحی کتب مقدسہ کے بارے میں قرآن کی تعلیم (۲) قرآن کتب مقدسہ مسیحی کا محافظ اور مصدق (۳) حضرت محمد کی عدم معصومیت (۴) بے گناہ نبی کون ہے ان پر نہایت مدلل بحث کیگئی ہے۔ ۸۰ صفحے قیمت ۳ر

مختصر کوائفِ یوسفی۔ اخوند محمد یوسف خاں صاحب نے جو کمال تحقیق کے بعد ۱۹۰۴ء میں مشرف بہ مسیحیت ہوئے اس ٹریکٹ میں اپنے کل حالات قلمبند کئے ہیں نہایت دلچسپ صفحہ ۱۶ قیمت ۶ پیسے

نصیحت روحانی مضمون نام سے ظاہر ہے ۶ پائی

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی لاہور

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا و صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر۔ پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچین ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۲۴ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔

خرچ خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب پانچ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری کا ½ ہے متفرق اخراجات کیلئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جرنیل (؟) تک ۱۵ سے ماسٹر تک رکور وول ۳ سے ۵ تک۔

مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نور افشاں امپیریس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا